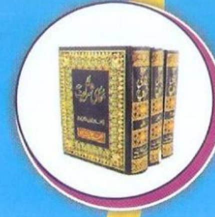


اسلام خالص کیا ہے؟



فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

[redacted]



مرتب
محمد اسماعیل زرتار گر حفظہ اللہ

تقدیم وتہذیب
شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ



مکتبہ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات



نام کتاب	:	اسلام خالص کیا ہے؟
مرتب	:	محمد اسماعیل زرتار گر حفظہ اللہ
تقدیم و تہذیب	:	شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
طابع و ناشر	:	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
سال اشاعت	:	مئی ۲۰۱۲ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار ایک سو
صفحات	:	40
قیمت	:	22/-



شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheem.books@gmail.com
WWW.faheembooks.com

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَاهَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ،وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

أَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام!السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

توحید پبلیکیشنز جب سے وجود میں آیا ہے،اپنے قارئین کرام کے لیۓ کتاب وسنت پر مبنی خالص اسلامی لٹریچر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے اوراسکے بانی حضرات خصوصاً برادرم محمد رحمت اللہ خان (ایڈووکیٹ) اورانجینئر شاہد ستار صاحب ہماری کتابوں کے ساتھ ساتھ جومختصر اور مناسب کتاب دیکھتے ہیں، قارئین کی خدمت میں عمدہ انداز سے پیش کردیتے ہیں۔

''اسلام خالص کیا ہے؟'' یہ کتابچہ بھی پہلے ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔اب اسکی تہذیب وتنقیح کرکے اسے جدید طرزِ طباعت کے سانچے میں ڈھال کرپیش کیا گیا ہے۔امید ہے کہ اسکی پہلی اشاعت اورموجودہ ایڈیشن میں پائے جانے والے فرق کو باذوق قارئین بآسانی محسوس کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسکے مؤلف جناب محمد اسماعیل زرتارگر آف حیدرآباد اور اسکی اس طباعتِ جدید کے سلسلہ میں ہرطرح کا حصہ ڈالنے والے تمام احباب کو دنیا وآخرت میں جزاءِ خیر عطا فرمائے اوراس رسالے کو اللہ تعالیٰ شرفِ قبول سے نوازے۔آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ — ابوعدنان محمد منیر قمر

۲/شوال ۱۴۳۲ھ — ترجمان سپریم کورٹ،الخبر (سعودی عرب)

۳۱/اگست ۲۰۱۱ء — داعیہ متعاون جالیات الخبر ،الظہران،الدمام



پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ.

أَمَّا بَعْدُ:

اس سے قبل یہ رسالہ اسلام خالص کیا ہے؟ شائع ہوچکا ہے۔عوام اس کے مطالعہ سے استفادہ کرچکے ہیں۔یہ کچھ اضافے کے ساتھ پھر سے منظرعام پرآرہا ہے۔اس کی تبلیغ اورنشرو اشاعت میں جن مخیّر حضرات کا مالی تعاون رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کارخیر کا اجرعظیم عطا کرے۔آمین

محمد اسماعیل زرتارگر



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمحۂ فکریہ

چودھویں صدی (کا نصفِ اوّل) قریب الختم ہے آج کل کے بعض مسلمان قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کو نیا "فرقہ و نیا مذہب" کے نام سے یاد کرتے ہیں، اور پھر اس سے متجاوز ہو کر چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید نہ کرنے والوں کو غیر مقلد و خارج از اسلام کے لقب سے نواز رہے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا خطابات چسپاں کرتے ہیں۔ آخر اس قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی بنیاد کب سے ہے؟

عوام الناس کی آگاہی کے لئے یہ رسالہ مستند سن واری پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد صرف ہر نوعیت کی ابتدائی تاریخ کو بتلانا ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کب سے ہے اور تقلیدِ شخصی اور نسبت آئمہ مذاہب اربعہ کب سے؟ اور کس طرح اسلام میں داخل کئے گئے ہیں؟ نیز تدوینِ حدیث و تدوینِ فقہ کب سے ہوئی ہے؟ تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے تا کہ تقابل کیا جائے کہ قدیم کیا اور جدید کیا ہے؟

اکثر علماءِ سلف نے فرقوں کی نسبت بڑی بڑی ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن ہمیں ان تفصیلات میں نہیں جانا ہے۔

برادرانِ ملت! میری آپ سے صرف یہی گذارش ہے کہ اخلاص کی بنیاد پر عصبیت کو ہٹا کر اصلاحی نقطہ نظر سے انصاف کے پیش نظر غور و فکر کریں اور قدیم و جدید کا جائزہ لیں۔

ہمارے نبی محترم تاجدارِ مدینہ ﷺ کا دورِ نبوت مکی و مدنی ۲۳ سال اور دورِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم تقریبا ۳۰ سال اور دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقریبا ۶۰ سال، اس طرح جملہ تقریبا ایک سو سال تک رہا۔ وہ سب کے سب مسلمان وحیٔ الٰہی، قرآن و سنتِ رسول ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔ یعنی ان کا عمل قرآن وحدیث پر تھا۔ یہ پہلی صدی کے مسلمان اسلام کے پروانے و شیدائی لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ ان کی نسبت ایک سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ وہ مسلمان

کس امام کے مقلد تھے؟ اور کس امام کی نسبت سے پکارے جاتے تھے؟ کیا وہ مسلمان حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تھے؟

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان آئمہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب اس وقت رائج تھا؟

تیسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے مسلمان (خلفائے راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ) جو قرآن و سنت پر عمل کرتے تھے تو کیا یہ الزام ان پر بھی عائد ہو سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات لازماً و کلیتاً نفی میں ہوں گے۔ کیونکہ پہلی صدی ہجری میں نہ آئمہ اربعہ کا نام و نشان تھا اور نہ ان کی ولادت ہی ہوئی تھی۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تقلیدِ شخصی و نسبت آئمہ اور مذاہبِ اربعہ کا پہلی صدی میں وجود ہی نہ تھا۔ اس کی تصدیق دوپہر کے سورج کی طرح ولادت آئمہ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور دیگر آئمہ حضرات امام شافعی رحمہ اللہ و حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دوسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں۔ پس ایسے بے بنیاد الزام لگانے والوں کو توبہ کرنا چاہیئے اور باز آجانا چاہیئے۔ نہ معلوم اس قسم کے لوگ قیامت کے دن کیا جواب دیں گے جبکہ دنیا میں ان کا کوئی جواب نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیتِ کریمہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورة المائده : ۳)

"آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارا دین پسند کیا ہے"۔

نازل فرما کر اسلام کے کے مکمل ہونے کی مہر ثبت کر دی، کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا لہٰذا اس آیتِ کریمہ کی موجودگی میں کسی امتی کو ہرگز یہ حق نہیں ہو سکتا کہ اسلام میں کوئی نئی چیز داخل کرے، یا کوئی چیز خارج کرے، یا کسی چیز کی کمی سمجھ کر اضافہ کرے، اگر کوئی امتی اسلام میں اس قسم کی دخل اندازی کرے گا تو وہ نعوذ باللہ اس آیتِ کریمہ کا انکاری ہوگا۔ ایسے انکاری

لوگوں کا قیامت میں کیا حشر ہوگا؟ غور کریں۔ اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے۔

اسلام نام ہے — قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا

اسلام محدود ہے — قرآن وحدیث کے دائرہ میں

اسلام مکمل دین ہے، اس کی تصدیق وحیٔ الٰہی قرآن سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بار بار تاکید کے ساتھ کئی جگہ فرمایا ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (سورۃ التغابن: ۱۲)

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی"۔

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ۷۱ فرقے تھے، عیسائی ۷۲ فرقے ہوگئے اور میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں سے ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی ہوگا"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: "یارسول اللہ ﷺ! وہ کونسا فرقہ ہوگا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ))

"جس راہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب"۔

پس جب کہ ہمارے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ نے جنت کے راستے کی پہچان صاف طور پر بتلا دی ہے تو پھر ہمیں دوسرے راستے کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس کے باوجود اگر کوئی شخص کسی امتی کے طور طریقے کو ترجیح دیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو وہ کس مقام کو حاصل کرتا ہے؟ خود اپنی عقلِ سلیم سے فیصلہ کرلے۔

میرے عزیز دوستو! اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسلام خالص قرآن وحدیث ہے۔ اس پر عمل کرنے والا فلاحِ دارین کا مستحق ہے، یہ ابتداء اسلام ہے، کوئی نیا مذہب نہیں ہے، اور نہ نیا فرقہ ہے، بلکہ ایک جماعت ہے جو قرآن وحدیث پر عمل کرتی ہے۔

تدوینِ حدیث:

تدوین حدیث کی ابتداء عہدِ نبوت میں ہوئی ہے، حدیث کا ضخیم مجموعہ عہدِ نبوت میں موجود تھا، اس کے بعد ایک دوسرے سے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس منتقل ہوتا رہا، کسی نے لکھ لیا تو کسی نے زبانی یاد کرلیا، اگر یہ نہ ہوتا تو قرآن عظیم الشان اور حدیثِ رسول ﷺ پر عمل کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا پہلی صدی میں حدیث کا مجموعہ پایا جانا مسلّم ہے۔

اس کے بعد دوسری صدی میں آئمہ محدثین نے مزید اس کام کو آگے بڑھایا اور حدیثوں کو جمع کر کے کتبِ حدیث مرتب کیں، یہ امر بھی مسلّم ہے جس کو سارے عالم کے علماءِ کرام خاص وعام اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس سے متفق ہیں۔

دوسری اور تیسری صدی کا دور آئمہ ومحدثین کا رہا۔ اس وقت اگر کوئی مسئلہ درپیش آتا تو لوگ آئمہ سے مراجعت کرتے، وہ قرآن وحدیث سے مسئلہ بیان کرتے یا پھر اپنی رائے وقیاس سے استنباط کر کے مسئلہ بتاتے اور خوفِ الٰہی، اقرب تقویٰ کی بناء پر صاف ارشاد فرماتے کہ اگر میری بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو، اس لحاظ سے گویا سب کے سب آئمہ اور اس دور کے مسلمان قرآن وحدیث پر ہی عمل کرتے تھے۔ تمام آئمہ نے کیا اچھی اور سچی باتیں کہی ہیں، ان کے اقوال قابلِ احترام ہیں۔ (جو کہ آگے رسالہ میں پیش ہیں) وہ سب آئمہ عابد، متقی، پرہیزگار، موحد، متبع سنت، قرآن وحدیث کے پابند سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ کسی نے بھی اپنی تقلید ونسبت سے فرقہ بندی کے لئے نہیں فرمایا اور نہ ہی کوئی اپنی طرف سے علیحدہ علیحدہ مذہب مرتب کر کے رائج کیا، لہٰذا ان کے اقوال کے مطابق:

اگر ہو مقلد تو عمل کر کے بتلاؤ
بنتے ہو وفادار تو وفا کر کے بتاؤ

اللہ تعالیٰ ان تمام آئمہ کی قبروں کو نور سے بھر دے اور اپنی رحمت سے نوازے۔

میرے عزیز بھائیو! پہلی صدی تو کیا تیسری صدی میں بھی تقلیدِ شخصی اور آئمہ کے نام کے فرقوں: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کا وجود نہیں تھا، ہوش وحواس سے کہو کہ نیا کیا ہے؟ اور قدیم کیا ہے؟

چوتھی صدی سے تقلیدِ شخصی کی ابتدا ہوئی مگر آئمہ کے نام پر فرقوں کا وجود عمل میں نہ آیا۔ اس مقام پر بھی یہ بات تسلیم کرنا ہوگا کہ چوتھی صدی میں بھی اس نسبتِ آئمہ کا نام منظرِ عام پر نہیں تھا۔

تاریخ کا لحاظ کرتے ہوئے اب کتبِ فقہ کی ابتدا کو پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد تقلیدِ شخصی کی نسبت مزید تفصیل آگے آئے گی۔

فقہ حنفی کی پہلی کتاب قدوری ۴۲۸ھ میں لکھی گئی۔ اس کے بعد دیگر کتبِ فقہ لکھی گئیں۔ اس طرح کتبِ فقہ کی تدوین کی ابتداء پانچویں صدی سے ہوئی۔ تقابل کریں کہ تدوینِ حدیث کی بنیاد ابتداءِ اسلام سے ہی ہے اور اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث پر عمل قدیم سے ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تقلید کا سلسلہ جاری رہا جب اس کی رفتار روز بہ روز بڑھتی گئی تو اس وقت کے سلاطین کا میلان بھی تقلید کی جانب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ۶۶۵ھ میں سلاطین کی جانب سے اکثر مقامات پر فرقہ بندی کے ساتھ نسبتِ آئمہ و مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے چار قاضی مقرر ہوئے، لہٰذا ساتویں صدی سے ان ناموں کی نسبت منظرِ عام پر آئی۔ اور تقلیدِ شخصی کا آغاز ہوا، ان نئے فرقوں اور مذہبوں کو اس طرح ساتویں صدی میں داخل اسلام کیا گیا، غور کرنے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ساتویں صدی میں ایک خالص السلام کے چار حصے کیے گئے، چار الگ الگ فقہیں (مسائل کی کتابیں) ترتیب دی گئیں، پھر ایک ایک کو مقلدین نے اختیار کر لیا اور اسی پر عمل کرنے لگے۔ اس پر طرہ یہ کہ اس کو قدیم اور ابتداءِ اسلام سے ساتویں صدی تک کے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کو جدید کہنے کی جرأت کرنے لگے۔ یہ کس قدر ناانصافی کی بات ہے۔

خوب یاد رکھیں اور یقین کریں کہ آخرت کی پہلی منزل قبر ہے جسے آخرت کے امتحان کا پہلا پرچہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین سوالات کئے جائیں گے جن میں ہرگز یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تیرا مذہب کس امام کا ہے؟ اور تیرا امام کون ہے؟ بلکہ تین سوالات وہی ہوں گے جو ہمارے نبیٔ محترم اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے بتلائے ہیں:

① تیرا رب کون ہے؟ ② تیرا دین کیا ہے؟ ③ تیرا نبی کون ہے؟

ان کے جوابات یوں دینے ہوں گے اور یہ جوابات بھی اللہ کے رسول ﷺ نے واضح فرما دیئے ہیں: ① میرا رب اللہ ہے۔ ② میرا دین اسلام ہے۔ ③ میرے نبی اللہ کے بندے و رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (ابوداود)

اس طرح قبر کے سوالات کے جوابات سے ہی کامیابی حاصل ہوگی اور عذابِ قبر سے نجات ملے گی۔ یہ صحیح جوابات اسی کو نصیب ہوں گے جس نے دنیا کی زندگی میں خالص اسلام پر عمل کیا ہوگا، اور اگر اس کے برخلاف عمل ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ جوابات بھی خلاف ہوں گے، ایسی صورت میں عذابِ قبر قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد روزِ محشر آئے گا تو وہاں سب کے سب جمع ہوں گے، ہر ایک اپنے اپنے عمل کے مطابق سزا و جزا پائے گا، اس وقت کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، اللہ کے رسول ﷺ بھی سفارش نہیں کریں گے بلکہ اپنے قریب بھی نہیں آنے دیں گے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"(بروزِ محشر) میں اپنے حوض (کوثر) پر سب سے پہلے پہنچوں گا، جو میرے پاس سے گزرے گا وہ اس حوض کا پانی پیئے گا اور جس نے پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے۔ ان کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا، میں کہوں گا: یہ لوگ میرے ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی نئی باتیں دین میں نکالی تھیں۔ تو میں کہوں گا: دوری ہو دوری ہو یعنی ایسے لوگوں کو میں اپنے پاس سے دھتکار دوں گا"۔ (بخاری)

غور کریں یہ اس دن کی بات ہے جس دن پیارے نبی ﷺ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، بڑے بڑے انبیاء سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے۔

چنانچہ ایک اور حدیث کا خلاصہ ہے کہ:



"حشر کے روز تمام لوگ مل کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کیجئے، وہ کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے سے ڈرتا ہوں، تمہاری سفارش کرنے کو تیار نہیں ہوں، تم سب فلاں فلاں کے پاس جاؤ تو پھر تمام لوگ حضرت نوح و حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس باری باری جائیں گے، وہ سب کے سب یہی کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے سے ڈرتے ہیں اور ہم اس لائق نہیں ہیں کہ تمہاری سفارش کریں، تم سب آخری نبی محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔
چنانچہ آخر میں حضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ سفارش کرنے پر آمادہ ہو کر دربارِ الٰہی کے مقام محمود میں سجدہ ریز ہوں گے اور دعا کریں گے۔ باذنِ الٰہی شفاعت کر کے حساب شروع کروائیں گے"۔ (بخاری)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کوثر اور شفاعتِ رسول ﷺ ان لوگوں کو ہی نصیب ہوگی جنھوں نے آپ ﷺ کی فرماں برداری کی، بدعتوں سے دور رہے اور اسی حال میں آخری سانس لی ہو۔

غور کریں جب اللہ تعالیٰ کے مخصوص پیغمبروں سے کسی کی سفارش نہ ہو سکی تو پھر ہما شما امتی کا کیا شمار، کس گنتی میں؟ غرض کہ صرف ہمارے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ ہی سفارشی ہوں گے اور آپ ﷺ صرف ان لوگوں کی سفارش کریں گے جو بدعتوں سے بچتے رہے ہوں گے، لہٰذا اسلام خالص یہی ہے کہ ہم متبع رسول ﷺ ہوں۔

قرآن و حدیث پر عمل کریں، اسی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ تقلید شخصی کی نسبت تاریخی اعتبار سے مزید تفصیل یہ ہے کہ ساتویں و آٹھویں صدی تقلید کا دور ترقی پر رہا چونکہ سلاطین کی پشت پناہی تھی نویں صدی کی ابتداء میں سلطان فرخ بن فرقوق نے مکہ معظمہ بیت اللہ شریف کے احاطہ میں مصلّٰی ابراہیمی کے علاوہ چار مصلے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے نام سے قائم کر دیئے۔ حالانکہ ابتداء اسلام سے نویں صدی تک صرف ایک ہی مصلّٰی ابراہیمی تھا، اس



طرح یہ نئے چار مصلے بزورِ سلطان اسلام میں داخل کئے گئے۔

یہ مصلے نویں صدی سے تیرہویں صدی تک برقرار رہے۔ مقلدین اپنے اپنے مصلے پر منسوب شدہ عقیدہ کے امام کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ ایک مصلّٰی کے بعد دوسرے مصلے پر نماز ادا کرنے کا انتظام تھا۔

چودہویں صدی ۱۳۴۳ھ میں شاہ عبدالعزیز بانی سعودی حکومت نے اسلام میں داخل شدہ نئے چاروں مصلوں کو برخاست کر کے حسب سابق صرف ایک مصلّٰی ابراہیمی کو اپنے مقام پر قائم کیا جو ابتداء اسلام سے تھا جو آج تک ہے، اسی مصلّٰی ابراہیمی سے جملہ نمازیں ادا ہوتی ہیں، حجاج کرام سے اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

برادرانِ ملت! ان تمام تصریحات سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے حق پر ہیں اور ابتداء اسلام سے اب تک اس پر قائم و موجود ہیں تا قیامت یہ جماعت باقی رہے گی۔

آج کل کے بعض مسلمان گنبد میں آواز لگانے والے کے بمصداق ہیں، ان کی آواز لوٹ کر ان پر ہی چسپاں ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو قدیم اور دوسروں کو جدید کہنے والے خود جدید ہو کر منظر عام پر آگئے ہیں گویا الزام عائد کرنے والے خود اپنے آپ الزام کے مستحق ہو گئے۔

الزام ان کو دیتے تھے
قصور اپنا نکل آیا

میرے مسلم بھائیو! مسلمان ہونے پر یہ لازم آتا ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کریں۔ اس کے بغیر مسلمان ہونے کا دعویٰ باطل ہے، ابتداء اسلام کے مسلمان کا اور اس وقت سے آج تک کے مسلمان کا عقیدہ ایک ہے کہ اللہ ایک، قرآن ایک، رسول اللہ ﷺ ایک، پھر آج ہم سب مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسلام خالص قرآن و حدیث پر عمل کر کے دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل نہ کریں؟ کیا آج اسلام گریزی کی وجہ سے ہم دنیا کے مصائب و مشکلات سے دوچار نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم سے دور نہیں ہو گئی ہے؟ کیا یہ نقشہ ہمارے سامنے نہیں

ہے؟ اگر ہے تو پھر کیوں نہ ہم اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں؟ آج کے دور میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ایک دوسرے پر الزامات کے دروازوں کو بند کر دیں، تنگ نظری کو چھوڑ دیں۔ وسعتِ نظری سے کام لیں، اسلامی تعلیم کا تقاضا و مقصد یہی ہے کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں، اتحادی زندگی بسر کر کے نیک اور ایک ہو جائیں، فرمانِ الٰہی ہے:
﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ کے مطابق عملی زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں حاصل کریں۔ آگے عہد نبوی ﷺ میں حدیث لکھے جانے کے دلائل کتبِ حدیث و کتبِ فقہ کی تدوین عہد خلفائے راشدین اور آئمہ اربعہ کے مختصر حالات اور ان کے اقوال و نصائح درج ہیں۔ ہماری ذمہ داری حق بات پیش کرنا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق و ہدایت دینے والا ہے۔

حمد

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جو رب العالمین ہے، کل کائنات، زمین و آسمان کا حقیقی مالک ہے، وہی کل کائنات پر متصرف و محیط ہے، وہ اکیلا وحدہٗ لاشریک ہے، پاک و بے عیب ہے، سمیع، علیم اور بصیر ہے۔ سب کا پالنہار ہے، دن رات، چاند سورج اور ستاروں کا مالک ہے، سمندر اور اس کے اندر کی کل مخلوقات پر قادر ہے، ہم سب کے سب اس کے در کے محتاج، فقیر و غلام ہیں، ہم اس کی تعریف کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں، اسکی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ ہم میں آخری پیغمبر رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ہمیں خیرِ امت کے لقب سے نوازا، اس نعمتِ عظمٰی کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔

داعی الی اللہ:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:
﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

''ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:
﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سورۃ سبا:۲۸)
''ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے''۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے اعلان کروا رہا ہے:
﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (سورۃ الاعراف:۱۵۸)
''اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔
اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو داعی الی اللہ بناتے ہوئے فرمایا:
﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ٥ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب:۴۵-۴۶)
''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، آپ بحکم الٰہی داعی الی اللہ ہیں اور روشن چراغ ہیں''۔

اس اعلان کے بعد اسلام میں داخل ہونے کے لئے انسان کو کلمۂ شہادت (توحید) کا اقرار اس کے ساتھ ہی رسالت کا اقرار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کلمۂ شہادت اسلام کا پہلا رکن ہے، اس کلمہ کا زبان سے اقرار کرنے والا اور دل سے یقین رکھنے والا مسلمان کہلاتا ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل کرنے والا ایماندار کہلاتا ہے، گویا عمل سے کلمۂ شہادت کی تصدیق ہوتی ہے لہٰذا قرآن و حدیث پر عمل کرنا مسلمان کی نشانی ہے۔

قرآن و حدیث کی تعریف

قرآن:

قرآن کتابِ الٰہی کو کہتے ہیں، جو لوحِ محفوظ سے بحکمِ باری تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی سے ہمارے پیارے نبی آخر الزماں ختم المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ پر وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کے عرصہ میں اتارا گیا۔

حدیث:

حدیث کے لغوی معنیٰ بات کے ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک قرآن کو بھی حدیث فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾(الزمر: ۲۳)

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے''۔

اس آیتِ کریمہ میں قرآن کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔

② ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۵)

''پھر اب اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟''۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے آجانے کے بعد بھی یہ راہ راست پر نہ آئے تو اب کس بات کو مانیں گے؟ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو بھی حدیث کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی بات کو بھی اپنے کلامِ پاک قرآن میں حدیث فرمایا:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾(التحریم: ۳)

''جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی''۔

بموجب فرمانِ الٰہی قرآن کا حدیث ہونا اور نبیٔ محترم ﷺ کی بات کا بھی حدیث ہونا

اظہر من الشمس ہے۔ اصطلاح میں نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ کی بات یعنی قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

قول: اس کو کہتے ہیں جو آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔

فعل: اس کو کہتے ہیں جو آپ ﷺ نے عمل کیا۔

تقریر: اس کو کہتے ہیں جو آپ ﷺ کی موجودگی میں عمل ہوا اور آپ ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔

لہٰذا قرآن و حدیث اسلام کی بنیاد ہے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن پاک کرتا ہے۔

پہلی صدی

① دورِ نبوت:

محترم حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا عہدِ مبارک مکہ معظمہ میں (۱۳) سال گزرا۔ اس کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ پہنچے، اس وقت سے سن ہجری کی ابتداء ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ میں نبوت کا عہدِ مبارک دس سال رہا، اس طرح جملہ ۲۳ سال دورِ نبوت کے گزرے۔ اس عرصہ میں شمع اسلام کا نور سارے عالم میں پھیلا، لاکھوں کی تعداد میں مشرکین عرب و عجم مشرف باسلام ہوئے۔ یہ سب کے سب مسلمان وحیٔ الٰہی (قرآن) و فرمانِ رسول حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا دور تقریباً تیس سال گذرا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

② دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم: (مشکوٰۃ: ج۴ ص۵۸۹)

③ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت: {۱۱ھ تا ۱۳ھ: ۲ سال، ۳ ماہ، ۹ دن}

④ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت: {۱۳ھ تا ۲۳ھ: ۱۰ سال، ۵ ماہ، ۴ دن}

⑤ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت {۲۳ھ تا ۳۵ھ: ۱۲ سال}

⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت {۳۵ھ تا ۴۰ھ: ۴ سال، ۹ ماہ}

جملہ دورِ خلفہ ٔراشدین: ۲۹ سال، ۵ ماہ، ۱۳ دن

اس دور کے تمام مسلمان صرف وحی ٔالٰہی قرآن وسنتِ رسول ﷺ (حدیث) پر عمل کرتے تھے۔

دورِ صحابہ

۴۰ھ تا ۱۰۰ھ تقریباً ساٹھ سال کا عرصہ گذرا، اس پہلی صدی کے آخری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفصیل درج ذیل ہے:

① مدینہ منورہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے باختلافِ روایت ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

② بصرہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے باختلافِ روایت ۹۰ھ یا ۹۳ھ میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

③ مکہ معظمہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سب سے آخری صحابی تھے جنہوں نے باختلافِ روایت ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ میں وفات پائی، اس طرح پہلی صدی کے ختم کے ساتھ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور ختم ہوا۔

پہلی صدی کے یہ تمام مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے۔ اسلامی تعلیم کا ماخذ یہی تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔

عہدِ نبوت میں تدوین حدیث کے دلائل:

حضرت محمد ﷺ کے مبارک زمانے میں قرآن وحدیث کی طرح حدیثیں بھی لکھی جاتی تھیں۔ اس کا بڑا اہتمام وانتظام تھا۔

① ((قَيِّدُوا الْعِلْمَ)) (حاکم، بیان العلم: ج ۱/ص ۷۳)
"علم اور حدیث کو لکھ کر مقید کر لیا کرو۔

② ((اُكْتُبُوْا وَلَا حَرَجَ)) (مجمع الزوائد: ص ۶۰)
"حدیثوں کو لکھو، کوئی حرج نہیں"۔

③ ((اُكْتُبُوْا لِاَبِىْ شَاهٍ)) (بخاری مسلم)
"ابوشاہ کو میری حدیث اور خطبہ لکھ کر دے دو"۔

④ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
((اُكْتُبْ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ)) (حاکم ودارمی)
"تم میری حدیثوں کو لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے (اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) حق بات کے سوا کچھ نہیں نکلتا"۔

⑤ ((اُكْتُبُوْا اِلَىَّ مَنْ يَلْفَظُ بِالْاِسْلَامِ)) (بخاری ج ۱ ص ۴۳۰)
"کلمہ گو مسلمانوں کے نام لکھ کر مجھے دے دو"۔

⑥ مدینہ کے یہودیوں کو صحیفہ ٔ امن لکھوا کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور یہود اور دیگر مسلمانوں کے لئے امن نامہ لکھوا دیا۔ (سنن ابی داود ج ۲، ص ۲۵)

⑦ حدیبیہ میں صلح نامہ لکھوایا گیا۔ (بخاری، ج ۱، ص ۳۷۲)

⑧ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک رسالہ لکھوا کر دیا۔ جس میں مدینہ کا حرم ہونا، مسائل جراحات، اونٹوں کی عمریں، زمینوں کے احکام، ذبح لغیر اللہ کی حرمت، زمین کی چوری پر لعنت، والدین کو برا کہنے پر لعنت، بدعتی کو پناہ دینے پر لعنت وغیرہ کے مسائل تھے۔ (بخاری، کنز العمال)

⑨ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"ہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید لکھا ہے اور صحیفہ یعنی حدیث کے اس رسالہ کو"۔ (بخاری)

⑩ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"رسول اللہ ﷺ نے کتاب الصدقہ لکھوائی۔ پھر آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ یہ کتاب حاکموں کے پاس روانہ نہ کی جا سکی۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا،

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا، یہ کتاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں محفوظ رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے یہ کتاب امام زہری رحمہ اللہ کو پڑھنے کیلئے دی جسے امام زہری نے یاد کرلیا۔ اس کی نقل خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کروائی۔ (ابوداود، بیہقی، مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۲۹۲)

جامعیتِ مسائل کے لحاظ سے اس کتاب کو حدیث کی پہلی کتاب کہنا چاہیئے۔ جو حضرت محمد ﷺ نے خود ہی لکھوائی ہے۔

سردارانِ عرب اور شاہانِ عجم کو دعوت اسلام کی تحریریں:

(۱۱) ہرقل بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کا وہ نامۂ مبارک منگوایا جو آپ ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ۶ ھ میں دے کر بصرہ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے وہ ہرقل کے پاس بھیجا۔ (بخاری شریف ج ۱، ص ۴)

(۱۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں تھے، انہیں بڑا رنج اور افسوس ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تعزیت نامہ تحریر کرواکر روانہ فرمایا۔ (مستدرک حاکم ج ۳، ص ۲۷۳، تاریخ خطیب ج ۳، ص ۸۹)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مجھ سے زیادہ احادیثِ رسول ﷺ کو روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے، مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہ حدیثوں کو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا صرف زبانی یاد کرتا تھا۔ (بخاری، ترمذی)

(۱۴) حضرت بشیر بن نہیک تابعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنتا تھا تو لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو کتاب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور پڑھ کر سنایا، پھر ان سے دریافت کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ (سنن دارمی)

(۱۵) رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں احکامِ ضروریہ جیسے جزیرۂ عرب سے مشرکین و یہود کا اخراج، وفود کی خاطرداری، تجہیزِ جیشِ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، قبر نبوی کو سجدہ گاہ نہ بنانے اور خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ امور تحریر کرانے کے لئے قلم دوات وغیرہ طلب فرمائے:

((قَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَاباً)) (بخاری، ج ۱، ص ۴۴۹.
مسلم ج ۲، ص ۴۲)

''فرمایا: کاغذ قلم لاؤ! میں تمہیں لکھ دوں''۔

بہرحال اس قسم کے نبوی نوشتے بہت ہیں، طوالت کے خوف سے مختصراً پیش کیا گیا ہے، جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی زندگی ہی میں اپنی حدیثوں کو خاص اہتمام سے موقع بموقع لکھوایا کرتے تھے، چنانچہ متعدد اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم نے ان احادیث کو جمع و محفوظ کرلیا تھا۔ مزید تفصیل درج ذیل ہے:

(۱۶) احادیث کا ایک مجموعہ صحیفۂ صادقہ کے نام سے مشہور ہے جسے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تیار کیا تھا، اس میں ہزار سے کم کچھ حدیثیں ہیں جو مسند امام احمد میں موجود ہیں۔

(۱۷) اسی طرح ایک صحیفۂ صحیحہ کے نام سے مشہور ہے جسے امام ہمام بن منبہ رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے تیار کیا تھا، اس کی احادیث بھی مسند امام احمد میں موجود ہیں اور امام بخاری و مسلم نے بھی اپنی کتابوں میں شامل کی ہیں۔ اس مجموعہ کا قلمی نسخہ اب تک دمشق و برلن کی لائبریریوں میں محفوظ ہے۔

(۱۸) اسی طرح ایک مجموعۂ حدیث مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تمام مرویات موجود ہیں اور اس کا قلمی نسخہ جرمنی کی لائبریری میں موجود ہے۔

(۱۹) ایک صحیفہ علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۰) حجۃ الوداع کے خطبہ کو خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا تھا۔

(۲۱) ایسے ہی ایک مجموعہ صحیفۂ جابر بن عبداللہ کے نام سے مشہور ہے جسے ان کے دو

شاگردوں حضرت وہب بن منبہ اور حضرت سلیمان بن قیس الشکیری نے تیار کیا تھا۔

(۲۲) ایک مجموعہ حدیث صحیفۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جسے حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تیار کیا تھا۔

(۲۳) جبکہ ایک مجموعہ صحیفۂ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۴) صحیفۂ انس رضی اللہ عنہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں سعید بن ہلال روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا صحیفہ ہمیں دکھلایا اور کہا کہ یہ احادیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنیں اور لکھ لیں، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دکھائیں اور آپ ﷺ نے ان کی تصدیق بھی فرمادی۔

دوسری و تیسری صدی

آئمہ اربعہ کی تاریخ پیدائش:

نام؛ سن ولادت؛ سن وفات؛ عمر ساکن؛ تصنیف
حضرت امام ابوحنیفہؒ؛ ۸۰ھ؛ ۱۵۰ھ؛ ۷۰ سال؛ کوفہ
حضرت امام مالکؒ؛ ۹۳ھ؛ ۱۷۹ھ؛ ۸۶ سال؛ مدینہ منورہ؛ موطا
حضرت امام شافعیؒ؛ ۱۵۰ھ؛ ۲۰۴ھ؛ ۵۴ سال؛ مصر؛ مسند شافعی
حضرت امام احمد بن حنبلؒ؛ ۱۶۴ھ؛ ۲۴۱ھ؛ ۷۷ سال؛ دمشق؛ مسند احمد

دوسری صدی ہجری سے آئمہ اربعہ کا دور شروع ہوا۔ ہمارے نبیؐ محترم حضرت محمد ﷺ سے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آئے دن مسائل کی مراجعت کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقدان ہوا، یہاں سے ملتِ اسلامیہ کی آزمائش کا دور شروع ہوا۔ اب یہی حضرات آئمہ اربعہ اپنے اپنے علاقہ میں عوام الناس کے لئے مرجع رشد و ہدایت بنے ہوئے تھے۔ ان حضرات کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو قرآن وحدیث سے پیش کرتے یا اپنی رائے وقیاس سے کام لیتے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے یہ اعلان کرتے کہ:

(اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ) (عقد الجید)

"صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے"۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کوفہ میں زندگی گزاری جہاں کا سیاسی شیرازہ منتشر تھا، وہ مقتلِ حسین رضی اللہ عنہ ہے، اہلِ تشیع کا مرکز تھا، وہاں امام موصوف کو بہت کم احادیث حاصل ہوئیں جس کی وجہ سے زیادہ تر مسائل وہ رائے وقیاس سے حاصل کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ ہدایت دیتے کہ:

(اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ)

"نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مقابل میری بات رد کردو"۔

(۲) حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے شہر مدینہ منورہ میں زندگی گزار کر حتی المقدور نبی کریم ﷺ کی احادیث کو جمع کیا اور اپنی کتاب کا نام "موطا" رکھا جس کی وجہ سے مسائل میں ان کی ذاتی رائے بہت کم ملتی ہے۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا پہلا دور بصرہ میں اور دوسرا دور مصر میں گزرا، حتی المقدور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث کو اپنی کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام "المسند" رکھا۔ اسی طرح انکی کتاب "الام" اور "الرسالہ" میں بھی بکثرت باسند احادیث ہیں۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی جمع حدیث میں مشغول رہے۔ احادیثِ نبوی ﷺ کا معتدبہ حصہ ان کے ہاتھ آیا، انہوں نے اپنی کتاب کا نام "المسند" رکھا۔ امام موصوف کے سارے مسائل رائے وقیاس سے بے نیاز ہیں۔

بحیثیت مجموعی آئمہ اربعہ کا یہ دور بھی تقویٰ کے لحاظ سے قرآن وحدیث کی مراجعت کا تھا، اگر کسی امام کی جانب سے کوئی رائے قائم ہوتی تو وہ عارضی رہتی، حدیثِ رسول ﷺ کے ملتے ہی برخاست ہوجاتی۔

اقوال آئمہ

اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل کرے تمام اماموں پر کہ انہوں نے کتنی حق باتیں کہیں۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(ا) (حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیْ بِکَلَامِیْ) (میزان شیرانی، عقد الجید: ص ۷۰)

"میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو"۔

(ب) (اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَکِتَابُ اللّٰہِ یُخَالِفُہٗ فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَقِیْلَ: اِذَا کَانَ قَوْلُ الرَّسُوْلِ یُخَالِفُہٗ؟ قَالَ: اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، فَقِیْلَ: اِذَا کَانَ قَوْلُ الصَّحَابِیِّ یُخَالِفُہٗ؟ قَالَ اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابِیِّ) (عقد الجید ص ۵۳)

- "جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ لوگوں نے پوچھا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو، پھر پوچھا گیا: جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمان کے خلاف ہو تو؟ کہا: تب بھی چھوڑ دو"۔

(ج) (اِذَا رَأَیْتُمْ کَلَامَنَا یُخَالِفُ ظَاهِرَ الْکِتَابِ وَ السُّنَّةِ فَاعْمَلُوْا بِالْکِتَابِ وَ السُّنَّةِ وَ اضْرِبُوْا بِکَلَامِنَا الْحَائِطَ) (میزان شعرانی، عقد الجید ص ۵۳)

"جب دیکھو کہ ہمارے قول قرآن وحدیث کے خلاف ہیں تو قرآن وحدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر دے مارو"۔

(د) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں:

(اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ) (عقد الجید)

"صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے"۔

(ه) (مَاجَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَبِالرَّأْسِ وَ الْعَیْنِ) (ظفر الامانی)

"جو حدیث سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ہے"۔

(و) (قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَةَ: لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکًا وَلَاغَیْرَهٗ وَخُذِ الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ)[کذا فی المیزان] (تحفۃ الاخیار فی بیان الابرار)

"میری تقلید نہ کرو اور نہ مالک رحمہ اللہ کی اور نہ کسی اور کی اور احکامِ دین وہاں سے لینا جہاں سے انہوں نے لئے ہیں یعنی قرآن وحدیث سے"۔

ان اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ و مذہب قرآن وحدیث ہے، جو مسئلہ صحیح حدیث سے ہو وہ قابلِ عمل ہے۔ اس کے علاوہ فرمایا کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ ہی بغیر دلیل کے میری باتوں کو ماننا، صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنا، امام موصوف نے کتنی حق بات کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

② حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(ا) (مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاْخُوْذٌ مِنْ کَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَیْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) (عقد الجید ص ۷۰)

"دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی بعض باتیں لے لی جاتی ہیں اور غلط رد کر دی جاتی ہیں سوائے حضرت محمد ﷺ کے"۔

کیونکہ آپ ﷺ کی تمام باتیں صحیح و درست اور مان ہی لینے کے لائق ہیں۔ ایک بات بھی ساری زندگی کی چھوڑنے کے قابل نہیں۔

(ب) (اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِیْ فَکُلُّ مَاوَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَکُلُّ مَالَمْ یُوَافِقْ فَاتْرُکُوْهُ) (حقیقة الفقه بحواله جلب المنفعت)

"میں صرف ایک انسان ہوں کبھی میری بات درست ہوتی ہے اور کبھی غلط، تو تم میری اس بات کو جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو لے لیا کرو اور اس بات کو جو اس کے خلاف ہو چھوڑ دیا کرو"۔

یعنی میری جامد تقلید مت کرو۔

(ج) (فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِیْ فَکُلَّمَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَکُلَّمَا یُخَالِفُ فَاتْرُکُوْهُ)

’’پس تم میری رائے پر بغور نظر کرو اور اگر وہ قرآن وسنت کے موافق ہو تو قبول کرو اور جب خلاف دیکھو تو ترک کردو‘‘۔

③ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

(ا) (اِذَاقُلْتُ قَوْلًا وَكَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خِلَافَ قَوْلِی فَمَا يَصِحُّ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِیِّ اَوْلٰی فَلَا تُقَلِّدُوْنِی) (عقد الجید ص۵۴)

’’جب میں کوئی مسئلہ کہوں اور رسول اللہ ﷺ نے میرے قول کے خلاف کہا ہو تو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو وہی اولیٰ ہے پس میری تقلید مت کرو‘‘۔

(ب) (اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِی اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِی بِخِلَافِ الْحَدِيْثِ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِی الْحَائِطَ) (عقد الجید ص۷۰)

’’جب صحیح حدیث مل جائے (جانو کہ) میرا مذہب وہی ہے اور جب میرے کلام کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو‘‘۔

(ج) (صَحَّ عَنِ الشَّافِعِیِّ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَقْلِيْدِهٖ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهٖ) (عقد الجید)

’’حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے‘‘۔

④ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

(ا) (لَا تُقَلِّدْنِی وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِیَّ وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا الثَّوْرِیَّ وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ) (عقد الجید: ص۷۰)

’’ہرگز نہ میری تقلید کرنا اور نہ امام مالک کی اور نہ امام شافعی کی اور نہ امام اوزعی کی اور نہ امام ثوری کی، جہاں سے یہ تمام امام دین کے احکام ومسائل لیتے تھے تم بھی وہیں (قرآن وحدیث) سے ہی لینا‘‘۔

(ب) (لَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَلَامٌ) (عقد الجید)

’’کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے‘‘۔

ان چاروں محترم اماموں کے اقوال سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق ((مَااَنَاعَلَيْهِ وَاَصْحَابِی)) کا راستہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ سب کے سب قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے۔ یہی ان کا مذہب تھا۔ ان چاروں بزرگوں نے اپنی تقلید سے منع کیا اور کسی نے بھی علیحدہ مذہب اپنے نام سے منسوب کر کے مرتب نہیں کیا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

’’سب سے بہتر اہلِ زمانہ میرے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد والے ہیں، اپنے زمانہ کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا‘‘۔ (بخاری)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری، پارہ ۱۴، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ میں تحریر فرماتے ہیں: ’’تبع تابعین دوسوبیس (۲۲۰) برس تک زندہ رہے، ان کے زمانے میں بھی کسی خاص شخص کی تقلید یا خاص شخص کا مذہب نہ تھا۔ محترم آئمہ کے شاگردوں نے بھی اپنے اساتذہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے، کیونکہ وہ مقلد نہ تھے‘‘۔

علامہ سند بن عنان تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کسی خاص شخص کے نام کا مذہب نہ تھا جس کی تقلید کی جاتی ہو، بہرحال قرونِ ثلاثہ میں تقلید کا وجود نہ تھا۔

کتبِ احادیث کی مزید تفصیل:

نام محدث	ولادت	وفات	عمر	ساکن	نام کتب
حضرت ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن فضل	۱۸۰ھ	۲۵۵ھ	۷۵	سمرقند	دارمی
حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۱۹۴ھ	۲۵۶ھ	۶۲	بخاریٰ	بخاری
حضرت ابوداود سلیمان بن اشعث	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ	۷۳	بصرہ	ابوداود
حضرت ابوالحسن مسلم بن الحجاج	۲۰۴ھ	۲۶۱ھ	۵۷	نیشاپور	مسلم
حضرت ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن صورہ ترمذی		۲۷۹ھ	۷۰	ترمذ	ترمذی
حضرت ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ تابعی	۲۰۹ھ	۲۷۳ھ	۶۴	عراق	ابن ماجہ

حضرت ابو عبد الرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائی	۲۱۵ھ	۳۰۳ھ	۸۸	خراسان	نسائی
حضرت ابو حسن بن علی بن عمر دار قطنی	۳۰۵ھ	۳۸۵ھ	۸۰	بغداد	دار قطنی
حضرت ابو بکر احمد بن حسین بیہقی	۳۸۴ھ	۴۵۸ھ	۷۴	بیہق	بیہقی
حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب	۴۳۵ھ	۵۱۶ھ	۸۱	مرو	مشکوٰۃ

یہاں صرف چند مشہور کتبِ احادیث درج کی گئی ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی کتبِ احادیث لکھی گئی ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی ولادت ۴۷۰ھ اور وفات ۵۶۱ھ عمر ۹۱ سال، ساکن بغداد، تصنیف کتاب غنیۃ الطالبین، فتوح الغیوب، فتح ربانی۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں کتنی زبردست نصیحت و ہدایت فرمائی ہے ملاحظہ ہو:

"قرآن وحدیث کو اپنا امام بنالو اور غور وفکر کے ساتھ ان کا مطالعہ کرلیا کرو، ادھر ادھر کی بحث وتکرار اور حرص وہوس کی باتوں میں نہ پھنس جاؤ، صرف کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرو، اور یہ حقیقت سمجھ لو کہ قرآن کے علاوہ ہمارے پاس عمل کے قابل کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت ﷺ کے سوا ہمارا کوئی رہبر نہیں جس کی ہم تابعداری کریں۔ کبھی قرآن وحدیث کے دائرے سے باہر نہ ہونا ورنہ خواہشِ نفسانی اور اغوائے شیطانی تمہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ یاد رکھو! انسان اولیاء اللہ اور ابدال کے درجہ پر بھی کتاب اللہ وسنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے سے ہی پہنچ سکتا ہے"۔ (فتوح الغیب)

تقلیدِ شخصی

① مقلد کی دلیل اس کے مجتہد (امام) کا قول ہے نہ وہ خود تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر غور کر سکتا ہے۔ (مسلم الثبوت مجتبائی)

② تقلید کہتے ہیں: "غیر نبی (امام ومجتہد) کے قول کو بغیر اس کی دلیل جانے مان لینا"۔ (جمع الجوامع)

③ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں: "غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل ماننا تقلید ہے"۔ (شرح قصیدہ امالی)

④ مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہی کہے کہ مسئلہ کا حکم یہی ہے۔ کیونکہ میرے امام کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہو میرے نزدیک صحیح ہے۔ (توضیح تلویح)

⑤ امام کا قول مقلد کی دلیل ہے۔ (توضیح)

⑥ نہ کوئی فتویٰ دیا جائے اور نہ ہی عمل کیا جائے مگر فقط امام کے قول پر۔ (درمختار)

مقلد کا مطلب یہ ہے کہ مقلد جس امام کی تقلید کر رہا ہے وہ صرف اس امام کے قول پر ہی چلے، تحقیق کرنا یا دلیل چاہنا تقلید کو توڑ دینا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر تقلید عبارت ہوئی غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل شرعی (قرآن وسنت) شرعی حیثیت سے مان لینے اور عمل کرنے سے۔

چوتھی صدی

تقلید شخصی کی ابتداء چوتھی صدی میں ہوئی۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۲۲۲)

تذکرۃ الحفاظ ص ۲۰۲ میں ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سے لے کر تینوں زمانوں (خیر القرون) تک تقلید کا وجود ہی نہ تھا۔ خیر القرون کے بعد تقلید کا وجود پایا جاتا ہے۔ چوتھی صدی تا چھٹی صدی اسی طرح تقلید کا سلسلہ رہا۔ تاریخی ترتیب کے ساتھ کتبِ فقہ کی ابتداء کو پیش کیا جا رہا ہے۔

پانچویں صدی

کتبِ فقہ (حنفیہ):

نام کتاب	سن تالیف	نام کتاب	سن تالیف
قدوری (فقہ کی پہلی کتاب)	۴۲۸ھ	خلاصہ کیدانی	نویں صدی
ہدایہ (فقہ کی معتبر کتاب)	۵۹۳ھ	بحرالرائق	دسویں صدی
فتاوی الواحیہ	چھٹی صدی	غنیۃ	دسویں صدی

منیہ	ساتویں صدی	تنویرالابصار	دسویں صدی
قنیہ	نویں صدی	ذخیرۃ العقبیٰ	دسویں صدی
کنزالدقائق	۷۱۰ھ	درمختار	۱۰۱۱ھ
شرح وقایہ	۷۴۵ھ	فتاویٰ عالمگیری	۱۱۱۸ھ
نہایہ	آٹھویں صدی	فتاویٰ خیریہ	گیارھویں صدی
عنایہ	آٹھویں صدی	مالابدمنہ	۱۲۲۵ھ
طحاوی	آٹھویں صدی	مراقی الفلاح	تیرھویں صدی
جامع الرموز	آٹھویں صدی	عمدۃ الرایہ	تیرھویں صدی
فتح القدیر	نویں صدی	بہشتی زیور	۱۲۲۵ھ
بزازیہ	نویں صدی	-	-

مذکورہ مشہور کتبِ فقہ کے علاوہ فقہ کی کئی اور کتابیں بھی لکھی گئیں، جنہیں بخوفِ طوالت درج نہیں کیا گیا۔

ساتویں صدی

ساتویں صدی ہجری میں پہلی بار ایک کے بجائے چار الگ الگ قاضی مقرر کیئے گئے۔ اور رفتہ رفتہ مقلدین کی تعداد بڑھتی گئی اور سلاطین کا میلان بھی تقلید ہی کی طرف ہوگیا۔ ہر ایک بادشاہ اپنے ہم خیال کو قاضی مقرر کرتا گیا اور ہر ایک فرقہ اپنے اپنے مذہب کو فروغ دیتا گیا۔ نیز ایک دوسرے کو مغلوب وزیر کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ بالآخر شاہ بیبرس نے ۶۶۵ھ میں مصر وقاہرہ میں چار مذاہب کے چار قاضی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی مقرر کیئے۔ سرکاری طور پر چاروں مذاہب کو حق تسلیم کرلیا گیا۔ اس طرح بزورِ سلاطین یہ نوایجاد مذاہب اسلام میں داخل کیئے گئے۔

دین حق را چار مذاہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند

یعنی ''دینِ حق کے (مقلدین نے) چار ٹکڑے کردیئے۔ نبی کے دین میں انہوں نے رخنہ ڈال دیا''۔ یہ نسبتِ آئمہ ونسبتِ مذہب ساتویں صدی سے شروع ہوئی۔ آٹھویں صدی بھی اسی حال میں گذری۔

نویں صدی

بیت اللہ شریف میں (بہ نسبتِ آئمہ) چار مصلے قائم کیئے گئے۔ چنانچہ اوائل نویں صدی میں چراکیہ کے سلطان فرخ بن برقوق نے بیت اللہ شریف کے احاطے میں مصلّی ابراہیمی کے علاوہ یہ نوایجاد چار مصلے موسومہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی قائم کردیئے۔ اس کے بعد یہ چاروں مصلوں کا معاملہ داخلِ دین سمجھا جانے لگا۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے اہل علم نے اس کی شدید مخالفت کی۔ (الارشاد ص ۵۸) یہ نوایجاد چار مصلے نویں صدی سے تیرہویں صدی تک برابر قائم رہے۔

چودھویں صدی

چاروں مصلے (بہ نسبتِ آئمہ) برخواست کیئے گئے۔

بیت اللہ شریف میں آئمہ اربعہ کے موسومہ نوایجاد مصلوں کو بانی سعودی حکومت شاہ عبدالعزیزؒ نے ۱۳۴۳ھ میں برخواست کرکے صرف ایک مصلّی ابراہیمی قدیم کو جو ابتداء اسلام سے تھا، حسب سابق برقرار رکھا جو اب تک موجود ہے۔ اسی مصلے سے ہی تمام نمازیں ادا ہوتی ہیں۔

ہم نے بنیادی طور پر سن واری تفصیل کے ساتھ ہر نوعیت سے عوام الناس کو آگاہ کردیا ہے۔ اس حق گوئی سے واقف ہونے کے بعد انصاف کی بات تو یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کو لازم پکڑیں کیونکہ آخرت کی نجات کا دارومدار اسی پر موقوف ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ اور ہمارے نبی ﷺ کا حکم کیا ہے اور عمل کیا ہے؟ اس کو ملحوظ رکھ کر عمل کریں اس طرح کا عمل جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ آخر کار ایک دن جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

لائحۂ عمل

احکامات الٰہی

① ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ......﴾ (الاحزاب: ۲۱)

"رسول اللہ کی زندگی تمہارے لئے ایک عمدہ اور مکمل نمونہ ہے"۔

اتباع رسول ﷺ کی قرآن میں بار بار تاکید آئی ہے۔

② ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النسآء: ۸۰)

"رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے"۔

اس فرمانِ عالیشان سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمانبرداری فرما کر ہماری زندگی کی راہنمائی فرمائی ہے۔ یہ اللہ کا احسان عظیم ہے۔ اس احسان کا ہم جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔

③ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النسآء: ۶۵)

"قسم ہے تیرے رب کی، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ تجھے آپس کے جھگڑے میں حکم نہ بنائیں اور پھر جو حکم تم لگا دو اس سے آزردہ نہ ہوں"۔

④ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرہ: ۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

⑤ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

"اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے

گناہ معاف کر دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

⑥ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (النسآء: ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول اور اپنے میں سے فرمارواؤں کی تابعداری کرو۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔ اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو"۔

⑦ ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (انفال: ۴۶)

"حکم مانو اللہ کا اور فرمانبرداری کرو اس کے رسول کی۔ مت جھگڑو آپس میں، پس سست ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی ہوا تمہاری"۔

⑧ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد: ۳۳)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو"۔

ارشادات نبوی ﷺ (حدیث)

① ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ)) (مشکوٰۃ وصححہ النووی فی الاربعین، حدیث: ۴۱ وضعفه الآخرون، للتفصیل: جامع العلوم والحکم لابن رجب، حدیث: ۴۱ شرح السنہ بغوی بتحقیق الارناؤوط ۱/۲۱۳، حدیث: ۱۰۴)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے"۔

② ((مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ)) ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۶)

''جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔

③ ((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ))(بخاری مسلم ، مشکوٰۃ ص ۴۸)

''جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ یعنی میری امت میں اس کا شمار نہ ہوگا''۔

④ ((لَوْتَرَکْتُمْ سُنَّةَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ اَوْکَفَرْتُمْ))(مشکوٰۃ–صحیح مسلم:۲۵۷)

''اگر تم میری سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ بلکہ کافر ہو جاؤ گے''۔

⑤ ((تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ)) (مشکوٰۃ ص ۵۸)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں''۔

⑥ ((کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی، قِیْلَ: وَمَنْ یَّاْبٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)) (بخاری، کتاب الاعتصام)

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اسکے جس نے انکار کیا۔ کہا گیا کہ انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا''۔

لہٰذا قرآن وحدیث پر عمل کے سوا دوسرا کوئی راستہ ہی نہیں۔ ان براہین سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان کی ابتداء اور انتہاء یہی قرآن وحدیث ہے۔

ہمارا اصل وطن جنت ہے

ہمارا وطن جنت ہے جو ہمیشگی والا رحمت کا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنا کر ان کا مقامِ رہائش جنت قرار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکالی۔ (یعنی قیامت تک پیدا ہونے والی روحیں) خود ان ہی کو ان کا گواہ بنا دیا، جب اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پرورش کرنے والا نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے۔

اور تمام ملائکہ وغیرہ کو حکمِ الٰہی ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ اس حکم کی فرمانبرداری تمام ملائکہ نے کی۔ صرف شیطان نے نافرمانی کی۔ جس کی وجہ سے وہ لعنتی یعنی راندۂ درگاہ الٰہیہ ہوا اور جنت سے نکالا گیا۔ شیطان ازل سے ہی انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اسی شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی پر بھڑکایا، حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کو ان کے اصل وطن جنت سے زمین پر اتارا گیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ توبہ واستغفار کر کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ زندگی گذار کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ اس لحاظ سے ہمارا اصلی وطن جنت ہے۔

میرے عزیز بھائیو! ہم آخری نبیؐ محترم حضرت محمد ﷺ کے امتی ہیں اور خیر امت کے لقب والے ہیں، اور ہمارا اصلی وطن جنت ہے۔ تو کیا یہ تمنا نہیں ہے کہ ہم اپنے وطن جنت کو واپس جائیں؟

جواب سب کا ایک ہی ہوگا، یہ کہ بیشک ہم اپنے وطن جنت میں جانے کے آرزومند ہیں۔ تو میرے بھائیو! میں یہ عرض کروں گا کہ بموجب فرمانِ الٰہی:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ﴾

(اعراف: ۳)

''اسی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا

ہے۔اس کے سوا اور رفیقوں کی تابعداری میں نہ لگ جانا‘‘۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم قرآن وحدیث پر عمل کر کے سیدھا راستہ طے کرتے ہوئے اس دارِفانی سے اپنے اصلی وطن جنت کو واپس ہو جائیں۔

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی امتی کی پیروی کرے۔اگر کوئی ایسی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ اپنے اصلی وطن جنت کے راستے سے بھٹک کر دوزخ کی طرف چلا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں، مشرکوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو دائمی عذاب کا مقام ہے۔

برادرانِ ملت! سنجیدگی سے غوروفکر کریں کہ مقامِ پیدائش عارضی فانی دنیا کے وطن سے انسان کو کس قدر محبت ہوتی ہے۔اس کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ انسان اپنے وطن سے دور دوسرے مقام پر کئی سال زندگی گذارنے کے بعد وہ اپنے وطن واپس آتا ہے تو اس کو کتنی خوشی ہوتی ہے۔حالانکہ یہ خوشی عارضی فانی دنیا کے وطن کی ہے۔

اے اللہ کے بندو! دائمی خوشی کا مقام جنت ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس دنیائے فانی سے اپنے اصلی وطن جنت کی طرف رخصت ہو جاؤ۔

اپنے اعمال ضائع نہ کرو

کافر ومسلمان کے عمل میں تقابل کے سلسلہ میں ایک بات عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ آخرت کا انکار کرنے والا کافر کتنا بھی نیک کام کرے اس کو اخروی ثواب نہیں ملتا بلکہ دنیا ہی میں کچھ نصیب ہو جاتا ہے برخلاف اس کے آخرت کا اقرار کرنے والا مسلمان اگر قرآن وحدیث کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کا کوئی نیک کام خواہ کتنا ہی بہتر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو جنت نصیب ہوتی ہے۔

میرے عزیز بھائیو! اب بھی وقت ہے، زندگی کو غنیمت جانیں، اور اپنی بے راہ روی کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں۔اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جائیں وہ

توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔اور توبہ کرنے والوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔لہٰذا توبہ واستغفار کرنے میں جلدی کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ سورج بجائے مشرق کے مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائے۔جب ایسا ہوگا تو یہ بات خوب یاد رکھیں کہ وہ دن قیامت کا ہوگا جو اچانک واقع ہوگا، اس کا علم کسی کو نہیں ہے، اس دن یہاں جیسا کروگے ویسا پاؤگے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، اسی کے مطابق جزا وسزا ہوگی۔

یہ دنیا دارالعمل ہے اس لئے خیرِ امت کا فریضہ ہے کہ اسلامِ خالص، پیغامِ الٰہی وپیغامِ رسول ﷺ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے عوام الناس تاقیامت آگاہ کرتے رہیں۔

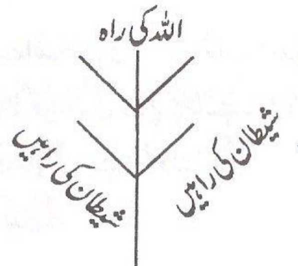
راہِ جنت

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا پھر فرمایا: ’’یہ راہ اللہ کی ہے‘‘۔ پھر آپ ﷺ نے (سیدھے) خط کے دائیں بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے اور فرمایا: ’’یہ راہیں ہیں ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو پکارتا ہے اس راہ کی طرف‘‘ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (الانعام:۱۵۳)

’’اور تحقیق یہ ہے راہ میری سیدھی پس پیروی کرو اس کی‘‘۔(احمد، نسائی، دارمی، مستدرک حاکم وصححہ وحسنہ الالبانی فی تحقیق المشکاۃ ۱/۵۹)

نقشہ اس طرح ہے:



④ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی پھر دو لکیریں (ترچھی) اس کے دائیں اور دو لکیریں (ترچھی) اس کے بائیں کھینچیں۔ پھر درمیانی (سیدھی) لکیر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''یہ اللہ کی راہ ہے۔ باقی (چاروں) راہیں اللہ کی نہیں ہیں۔ (ابن ماجہ، حدیث:۱۱)

نقشہ اس طرح ہے:



ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے درمیانی سیدھی لکیر کو اللہ تعالیٰ کی راہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ عظیم الشان میں فرماتا ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

''رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے''۔

اس آیتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ کا انکشاف ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا ان کے نقشِ قدم پر چلنا گویا اللہ کی راہ پر چلنا ہے۔ اس طرح سے اللہ کے رسول ﷺ کے قول و فعل کی راہ تا قیامت راہِ عمل ہے جو نمونۂ زندگی قرآن و حدیث کا مظہر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث راہِ جنت ہے ان ہی پر عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔

برادرانِ ملت! قرآن و حدیث مقصدِ زندگی ہونا چاہیئے، چونکہ یہ دنیا مہلت کا مقام ہے، اسے ایک روز چھوڑنا ہے۔ اس لئے زندگی کی تمام منازل کتاب و سنت کے مطابق طے کرتے ہوئے آخری سانس چھوڑنا ہی کامیابی کی منزل ہے، وہ آخری منزل جنت ہے۔

مسلکِ سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

پیغامِ الٰہی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (تحریم: ۶)

''اے ایمان والو! اپنے اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ''۔

تشریح:

روزِ قیامت اس کی باز پرس ہوگی۔ اس نجات کے لئے اسلامی تعلیم و تربیت سے اپنے اہل و عیال کو واقف کرا کے باعمل بنانے کی کوشش کریں۔ یہ صدرِ خاندان کی بہت اہم ذمہ داری ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

پیغامِ رسول ﷺ

ایک ضعیف حدیث میں ہے:

((مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ))

(ترمذی، مستدرک حاکم، مشکوٰۃ وضعّفہ الالبانی فی ضعیف الجامع الصغیر: ۵۲۳۱)

''باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے''۔

تشریح:

والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت ہے، اسلام نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں بہت ہی تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس حدیث کے معنیٰ یہ نہیں کہ کوئی عطیہ ہی نہ دیا جائے یا جائداد ورثے میں نہ چھوڑی جائے بلکہ اولیت اور سب سے زیادہ اہمیت تعلیم و تربیت کو دی جائے۔

تمت بالخیر

میری ذمہ داری حق بات پیش کرنا ہے، وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔ اب بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ: ”اے دلوں کے پھیرنے والے! تمام مسلمان بھائیوں کے دلوں کو اپنے خالص دینِ اسلام پر عمل کرنے کی طرف مائل کردے“۔ آمین ثم آمین

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

محمد اسماعیل زرتارگر

